Regd S. No 1411

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا

روزنامہ

المصلح

فی پرچہ ۱۲

اتوار

۲۵ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ

ایڈیٹر:۔ عبد القادر بی۔ اے

جلد ۸ | ۳۱ صلح ۱۳۳۳ ہش ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۵۴ء | نمبر ۲۶

— پاکستان میل کے دردناک حادثہ پر —

جماعت ہائے احمدیہ مشرقی افریقہ اور عراق کی طرف سے اظہار ہمدردی

گزشتہ دنوں پاکستان میل کے دردناک حادثہ سے رنج و غم کی جو لہر ملک بھر میں دوڑ گئی تھی

اسے پاکستان سے باہر رہنے والے احمدیوں نے بھی شدید طور پر محسوس کیا ہے۔ مشرقی افریقہ اور بغداد (عراق) کی احمدی جماعتوں کے افراد نے اس حادثہ میں فوت ہونے والے اشخاص کے پسماندگان سے دلی تعزیت اور زخمیوں سے اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس حادثہ کے تمام متاثرین کا خود حافظ و ناصر ہو۔ نیز اس امر پر کہ ملک کے وزیر خارجہ عزت مآب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس حادثہ سے محفوظ رہے ہیں انہوں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں جو تار مشرقی افریقہ کی ۴۴ کی جماعتوں نے بھجوایا ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

نیروبی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ربوہ

مشرقی افریقہ کے تمام احمدی جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے حادثہ ریل سے محفوظ رہنے پر انہیں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس نقصان پر جو مختلف جانیں ضائع ہونے کی صورت میں ہوا ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں حضور سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی افریقہ

جماعت احمدیہ بغداد کی قرارداد۔ ہم بغداد کے احمدی پاکستان میل کے حادثہ پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاتے ہیں کہ مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اس خطرناک حادثہ سے بال بال بچ گئے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ بغداد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ورود لاہور

لاہور ۲۹ جنوری۔ مکرم جناب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ربوہ سے بخیر و عافیت لاہور پہونچ گئے ہیں۔ حضور کو کھانسی کی شکایت ہے۔ احباب صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

پاکستان اور ترکی کے درمیان فوجی معاہدہ کی کوئی بات چیت نہیں ہو رہی

دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی اقتصادی اور ثقافتی تعلقات نہایت ضروری اور مناسب ہیں

— وزیر اعظم پاکستان کی تصریحات —

ڈھاکہ ۳۰ جنوری۔ مسٹر محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے کل یہاں پر پاکستان اور ترکی کے خوشگوار تعلقات کا خیر مقدم کیا۔ آپ نے ایک بیان میں کہا ترکی اور پاکستان کے درمیان سیاسی۔ اقتصادی اور ثقافتی تعلقات میں اضافہ نہایت ضروری اور مناسب ہے۔ یہ دونوں ملکوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ گورنر جنرل پاکستان نے حال ہی میں ترکی کا جو دورہ کیا ہے۔ وہ بھی اس سلسلے میں بہت کامیاب رہا ہے۔ اخبارات میں دونوں ملکوں کے درمیان متوقع فوجی معاہدہ کی جو خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ وزیر اعظم نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ترکی اور پاکستان کے درمیان فوجی سمجھوتہ کی کوئی بات چیت نہیں ہو رہی۔ اور نہ ہی اس کا امکان ہے۔ وزیر اعظم آج صبح ڈھاکہ سے کراچی روانہ ہو گئے ہیں توقع ہے کہ آپ ۴ فروری کو پھر ڈھاکہ آئیں گے۔ اور ۷ فروری کو مشرقی بنگال کے ایک اور دورہ پر روانہ ہوں گے۔ تاکہ عوام سے انتخابات میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی اپیل کر سکیں۔

وزراء خارجہ نے جرمنی کے مسئلہ پر غور و خوض شروع کر دیا

جرمنی کو دوبارہ متحد کرنے کے متعلق مسٹر ایڈن کا پانچ نکاتی منصوبہ

برلن ۳۰ جنوری۔ کل چار بڑے ملکوں کے وزراء خارجہ نے تخفیف اسلحہ کے سلسلہ میں عالمی کانفرنس منعقد کرانے کی تجویز پر غور و خوض ملتوی کر دیا کہ اس تجویز کو مزید غور و فکر کے لئے اقوام متحدہ کے تخفیف اسلحہ کمیشن کے سپرد کر دیا جائے۔ اس کے بعد کانفرنس نے جرمنی کے مسئلہ پر بحث شروع کی۔ آغاز کار برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر انتھونی ایڈن نے جرمنی کو دوبارہ متحد کرنے کے لئے ایک پانچ نکاتی منصوبہ پیش کی۔ جو حسب ذیل پانچ مراحل پر مشتمل تھا (۱) تمام جرمنی میں عام انتخابات کا انعقاد (۲) انتخابات کے بعد جنرل اسمبلی کی تشکیل (۳) آئین سازی اور معاہدہ صلح کی تیاری (۴) باقاعدہ ایک ذمہ دار حکومت کی تشکیل جو معاہدہ صلح پر دستخط کرے اور اسے پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھائے (۵) معاہدہ صلح پر عملدرآمد۔ مسٹر ایڈن نے یہ فارمولا پیش کرتے ہوئے کہا جب تک عام انتخابات کے بعد تمام جرمنی کے لئے نظم و نسق کی ایک ہی مشینری معرض وجود میں نہ آ جائے۔ مشرقی اور مغربی جرمنی کی حکومتیں بدستور کام کرتی رہیں۔ انہوں نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ اس کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ۵ دن کے اندر اندر چار طاقتوں کا ایک کمیشن مقرر کر دیا جائے جو جرمنی کو متحد کرنے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع کر دے۔ تینوں مغربی طاقتوں کے وزراء خارجہ نے مسٹر مولوٹوف کی اس تجویز کی مخالفت کی۔ کہ مشرقی و مغربی جرمنی کے نمائندوں کو بھی کانفرنس میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے۔ آئندہ اجلاس میں مسٹر ایڈن کے فارمولے پر بحث ہوگی۔

مسٹر غضنفر علی خاں کو مشورہ کے لئے کراچی طلب کر لیا گیا

نئی دہلی ۳۰ جنوری۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم نے پاکستان کے ہائی کمشنر مقیم نئی دہلی مسٹر غضنفر علی خاں کو مشورے کے لئے کراچی طلب کیا ہے۔ توقع ہے کہ وہ یکم فروری کو نئی دہلی سے کراچی پہنچ جائیں گے۔

ایشیائی وزراء اعظم کی کانفرنس ۲۸ اپریل کو منعقد ہوگی

کولمبو ۳۰ جنوری۔ توقع ہے کہ ایشیائی وزراء اعظم کی مجوزہ کانفرنس اب ۲۸ اپریل کو کولمبو میں ہوگی۔ اس میں پاکستان۔ سیلون۔ بھارت۔ برما۔ اور انڈونیشیا کے وزراء اعظم شرکت کرینگے۔ سیلون کے وزیر اعظم سر جان کوٹلاوالا نے جو اس کانفرنس کے اصل محرک ہیں کہا ہے کہ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ اہل [illegible] دلایا جائے کہ دنیا میں ۶۰ کروڑ ایشیائی باشندے بھی بستے ہیں۔

بھارت سے سیونگ کے حسابات منتقل کرنے کے لئے انبالہ اور دہلی میں رابطہ افسر مقرر کئے جائینگے

کراچی ۳۰ جنوری معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان کے سیونگ بنک کے حسابات نقدی اور پوسٹل سیونگ سرٹیفکیٹوں کے معاوضوں کی تصدیق اور منتقلی کے کام کو جلد مکمل کرنے کے لئے رابطہ افسر مقرر کرنے کے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ یہ افسر انبالہ اور نئی دہلی میں رہیں گے۔

کوریا اور امریکہ کے درمیان دفاعی معاہدہ

سیئول ۳۰ جنوری۔ جنوبی کوریا کے صدر ڈاکٹر سنگمن ری نے کل یہاں کوریا اور امریکہ کے درمیان دفاعی معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔

پاکستان اور بھارت میں آبپاشی کے لئے منصوبہ بندی ضروری ہے

لارڈ سوئنٹن کی تقریر

لنڈن ۳۰ جنوری۔ لارڈ سوئنٹن نے جو دولت مشترکہ کے ممالک کے دورہ سے ابھی واپس آئے ہیں ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور بھارت میں آبپاشی کا انتظام منصوبہ بندی کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ پانی کی تقسیم کے منصوبوں پر دونوں ممالک میں اتفاق ہو جائے۔ انہوں نے دولت مشترکہ کے حالیہ دورے کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ دولت مشترکہ کے ممالک اختلافات کے باوجود متحد ہیں۔

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے آرمی پریس میں طبع کرا کر دفتر المصلح میکلوڈ روڈ لین کراچی سے شائع کرایا۔

روزنامہ المصلح کراچی

مورخہ ۳۱ صلح ۱۳۳۳ھ

دُنیا اِسلام کے کنارے پر کھڑی ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء میں فرمایا ہے۔

"میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھے۔ اسے کوشش کرنی چاہیئے کہ قربانی کے لئے چھلانگیں مار کر آگے آئے۔ تاکہ ہم جلد سے جلد اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ اب دنیا کنارے پر لگ چکی ہے۔ اسے صرف ایک ٹھوکر کی ضرورت ہے طبائع میں سلامت روی پیدا ہو چکی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا دہریت اور بے دینی کی طرف جا رہی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دنیا دہریت اور بے دینی کی طرف نہیں جا رہی۔ بلکہ عقل کی طرف جا رہی ہے۔ پہلے لوگ مولویوں اور پنڈتوں سے سنکر مذہبی باتیں مان لیتے تھے، اگر پنڈت کہہ دیتے تھے کہ خدا تعالےٰ دنیا میں آکر ہمارے کاموں میں شریک ہو جاتا ہے۔ تو وہ آمنا وصدقنا کہہ دیتے تھے اگر پنڈت کہتے کہ خدا تعالےٰ بتوں میں آ جاتا ہے۔ اور ہم سے باتیں کرتا ہے۔ تو وہ یہ باتیں مان لیتے تھے۔ اگر پنڈت کہتے کہ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ تم اسکے خاص لوگوں میں سے ہو۔ تم دوسرے لوگوں کو مارتے پھرو تو لوگ کہتے یہ ٹھیک ہے لیکن اب ایسا نہیں۔ اب اگر کسی کو کوئی بات کہو تو وہ کہتا ہے پہلے مجھے سمجھاؤ کہ یہ کس طرح درست ہے لوگ اس کا نام بے دینی اور دہریت رکھتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سچائی کی جستجو ہے جو عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ نئی پود کے ہر فرد میں یہ احساس پیدا ہو جانا کہ تم ہمیں سمجھاؤ تو ہم مانیں۔ یہ نہایت خوش قسمتی اور مفید احساس ہے۔ اب وہی مذہب غالب آ سکتا ہے جس کی بنیاد عقل پر ہو۔ جس مذہب کی بنیاد عقل پر نہیں وہ مذہب ہارے گا۔ اور جس کی بنیاد عقل پر ہے وہ جیتے گا۔ لوگ اسے دہریت اور بے دینی کہتے ہیں۔ اور میں اسے دین کی جستجو اور اس کے لئے ایک تڑپ کہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ دماغوں کو اس طرف مائل کر رہا ہے۔ کہ وہ معقول باتوں کو مانیں اور غیر معقول باتوں کو رد کر دیں۔ پس دنیا اسلام کے کنارے پر کھڑی ہے اور وہ زبانِ حال سے پکار رہی ہے کہ مجھے اسلام دو۔ مجھے صداقت دو تا میں اسے مان لوں۔ اس زریں موقعہ کو ہاتھ سے جانے دینا بہت بڑی غفلت اور جرم ہے"۔

یہ ایک نہایت ہی اہم امر اور حقیقت ہے جس کی طرف حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ عیسائیت سے پہلے اگرچہ یورپ میں بت پرستی زوروں پر تھی مگر یونان اور اسکے بعد روم میں ایسے انسان پیدا ہوئے جنہوں نے بت پرستی کے باوجود دنیا کے مسائل کو عقل سے حل کرنے کی کوشش کی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ ایک مغربی مصنف نے جس نے یوروپین تہذیب کی معرکۃ الآرا تاریخ لکھی ہے فرمایا ہے یونان نے چند ہی سالوں میں تمام علوم کی بنیاد رکھ دی تھی۔ ان چند سالوں میں اس چھوٹے سے ملک میں اتنے حکما پیدا ہوئے کہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

یونان کے بعد رومیوں نے علوم کی عنان سنبھالی اور حتی الوسع انکو پروان چڑھانے کی کوشش کی۔ خاصکر قانون میں انہوں نے اتنی ترقی کی کہ آج تمام یورپ کا قانون رومن قانون کے اصولوں پر ہی انحصار رکھتا ہے۔ یونان اور روم میں علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ بت پرستی کا بھی بڑا زور تھا۔ عوام نے یا عوام کو مطیع رکھنے کے لئے ہوشیار لوگوں نے دیومالا کے کئی سلسلے بنائے ہوئے تھے۔

عیسائیت جب یورپ میں داخل ہوئی تو اس نے ایک نیا چولا اختیار کر لیا۔ اولین عیسائی مشنریوں نے بہت سی باتیں رومی بت پرستوں سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی میں داخل کر دیں۔ جو عوام کے توہمات کو بہت اپیل کرتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت اپنے نئے لباس میں تمام یورپ پر چھا گئی۔ اور یونانیوں اور رومیوں نے جو ترقی علوم اور عقلیت میں کی تھی وہ پس پشت جا پڑی۔

جب ازمنہ وسطیٰ میں یورپ اسلام سے ٹکرایا۔ تو وہ ایک گہرے خواب سے بیدار ہو گیا اور اس کے طول و عرض میں زلزلہ آ گیا کیونکہ اس کے سامنے مذہب کی وہی صورت تھی۔ جو مسیحی فرقہ عیسائیت نے رکھی تھی۔ وہ مذہب سے بیزار ہو کر عقلیت کی طرف جھک گیا۔

اگر اس عہد میں خود مسلمان خانہ جنگیوں میں مصروف ہونے کی بجائے یورپ کی طرف رخ کرتے۔ اور اسے اسلام کی صحیح تعلیم پیش کرتے تو یورپ مذہب سے اتنا بیزار نظر نہ آتا جتنا کہ وہ بظاہر نظر آتا ہے۔

یورپ نے جو عقلیت میں ترقی کی ہے۔ بے شک یہ مذہب سے الگ ہو کر کی ہے۔ اور یہ ایک قدرتی امر تھا عیسائیت کی توہم پرستیوں کے دام سے نکلکر ان میں آزادی خیال کی رَو چلنا لازمی تھی۔ اور جیسا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یورپ کی اقوام میں یہ تجسس اور تلاش کی روح اور عقل سے ہر بات کے کھوج لگانے کا جذبہ انہیں اسلام سے دور نہیں بلکہ قریب کرنے والا ہے۔

اسلام ایک علمی دین ہے۔ اور ہر دباؤ کو ہٹا کر انسان کو عقل سے غور کرنے کی دعوت دیتا ہے آپ قرآن کریم کو الحمد للہ سے لے کر والناس تک پڑھ جایئے۔ آپ کو سب سے نمایاں اثر ڈالنے والی چیز جو نظر آئے گی۔ وہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ بات بات پر انسان کی عقل کو اپیل کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیفوں میں بار بار نہایت تحدی سے اس امر کا دعوےٰ کیا ہے کہ اسلام دنیا کے کسی فلسفہ اور سائنس کے مقابلہ میں شکست نہیں کھانے والا اور آخر وہ انسان کے بنائے ہوئے عقلی اصولوں پر اپنی برتری ثابت کرنے میں کامیاب ہو کر رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ ع

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ یورپ جہاں غور و فکر میں آزاد ہے اور جہاں لوگ عقل سے کھوج لگانے کا جذبہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اسلام کی طرف ایک دن ضرور رخ کریں گے۔ کیونکہ سوائے اسلام کے کوئی ایسا مذہب نہیں جو تمام ادیان پر اپنی برتری عقلی دلائل سے ثابت کر سکتا ہے۔

ایک خط اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے

— اس کا جواب —

ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں لکھا۔

جب ہم درود شریف کا ورد کرتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اے خدا تعالےٰ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ایسی برکتیں نازل فرما۔ جو حضرت ابراہیمؑ پر تو نے نازل کیں

(۱) وہ کونسی برکتیں ہیں جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محروم ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مل رہی ہیں۔

(۲) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ حضرت ابراہیم سے بڑھ کر ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی کہے کہ یا اللہ اس کو (فلاں) اتنی تنخواہ دے کہ جتنی اس کے ماتحت کو مل رہی ہے۔

(۳) بعض آدمی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ جب درود پڑھتے ہیں گو ہم خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لیکن نعوذ باللہ۔ اللہ کس سے کہتا ہے وہ تو سب کچھ کرنے والا ہے کیا یہ فقرہ کہنے پر کفر لازم نہیں آتا۔ خاکسار بشیر احمد ملتان

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اسکے جواب میں فرمایا:-

"معترض جاہل ہے اسے معلوم نہیں کہ صلی کے دو معنے ہیں جب انسان کے لئے آئے تو اسکے معنے ہوتے ہیں کہ تو درود بھیج۔ اور جب یہی لفظ خدا تعالےٰ کے لئے آئے تو اسکے معنے ہوتے ہیں تو فضل کر۔ اس معترض سے کہیں کہ تھوڑی سی عربی پڑھ لے پھر اعتراض کرے۔ باقی رہا یہ کہ بڑے کے لئے چھوٹے والی دعا کس طرح جائز ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیمؑ سے وعدہ تھا کہ تیری اولاد میں خدا کے پیارے ہوتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ درود میں اسی دعا کرنا ہے کہ جس طرح ابراہیمؑ پر فضل کیا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ہو اور آپکی امت سے ہمیشہ الیٰ یوم القیامہ پیدا ہوتے رہیں"۔ (پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

ولندیزی زبان میں ترجمہ قرآن کریم کا عظیم الشان کام

ترجمے کی تکمیل و اشاعت کے مختلف مراحل اور اس میں حصہ لینے والے احباب

(از مکرم مولوی غلام احمد صاحب بشیر مبلغ ہالینڈ)

جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ کہ قرآن کریم کا ولندیزی زبان میں ترجمہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے شائع ہو چکا ہے۔ الحمد للہ۔ یہ ترجمہ ۱۹۴۶ء میں دوسرے تراجم کے ساتھ لنڈن میں مولانا شمس صاحب کی زیر نگرانی کروایا گیا تھا۔ مگر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی۔ کہ تراجم اس وقت تک شائع نہ کئے جائیں جب تک ان پر نظر ثانی نہ کر لی جائے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء سے ڈچ ترجمہ پر نظر ثانی ہوتی رہی۔ اور ۱۹۵۳ء کے شروع میں پریس میں کچھ حصہ دیا گیا۔ ترجمہ کی تکمیل میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہماری یہ کوشش تھی۔ کہ ترجمہ بالکل عربی متن کے مطابق ہو جائے۔ اس غرض کے لئے ابتداء میں کسی عربی دان پروفیسر کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اس وقت تک ہم میں سے کوئی بھی اس کام کو نہیں کر سکتا تھا۔ مگر مناسب پروفیسر اور ماہر عربی دان کا ملنا ناممکن سا ہو گیا۔ لائڈن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر سے جو اچھے عربی دان تھے۔ مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب فاضل جا کر ملے۔ مگر انہوں نے ترجمہ پر نظر ثانی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ وہ عیسائی ہیں۔ اور وہ اسلام کا پراپیگنڈا کرنا نہیں چاہتے۔ پھر ایک اور پروفیسر سے ملے مگر انہوں نے اپنی کمزوری صحت کا عذر پیش کر دیا۔ ایک پروفیسر صاحب تیار ہو گئے۔ مگر انہوں نے ترجمہ دیکھ کر کہہ دیا۔ کہ وہ از سر نو ترجمہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس ترجمہ کی تصحیح کرنا ان کے لئے انتہائی طور پر مشکل ہے۔ مگر ۱۹۵۰ء میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم خود اس قابل ہو گئے۔ کہ ڈچ ترجمہ کا جائزہ لے سکیں۔ کہ آیا وہ عربی متن کے مطابق ہے۔ یا نہیں۔ چنانچہ اس وقت کچھ عرصہ تک برادرم مکرم حافظ صاحب بعض نو مسلموں کی مدد سے کام کرتے رہے۔ اور ۱۹۵۱ء سے جب حافظ صاحب پاکستان تشریف لے گئے۔ تو خاکسار کو یہ کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ڈیڑھ دو سال تک باقاعدہ ہر روز ایک ڈچ دوست کی مدد سے نظر ثانی کا کام ہوتا رہا۔ اس کے بعد ڈچ زبان کا معائنہ کروانا بھی ازحد ضروری تھا۔ جس کے لئے اعلیٰ زبان دان مصنفین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے نہایت محنت اور اخلاص سے اس کام کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کار خیر کی جزا دے۔ چار احباب نے اس ترجمہ کی تیاری میں سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ جن میں سے محترمہ ناصرہ زیرمن اور مسٹر عبداللہ فان اوئک مسلمان ہیں۔ محترمہ ناصرہ زیرمن نے ۱۹۴۵ء میں لنڈن میں ترجمہ کیا تھا۔ اس وقت وہ غیر مسلمہ تھیں۔ مگر اس کے دو سال بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مسٹر عبداللہ فان اوئک نے بھی ترجمہ کا کام غیر مسلم ہونے کی حالت میں شروع کیا تھا، مگر تکمیل سے کافی عرصہ قبل وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک خاتون مسز سیاران برغ جنہوں نے ڈچ زبان کی تصحیح کا کام کیا تھا، وہ اگرچہ بظاہر مسلمان تو نہیں ہیں مگر قرآن مجید کی تعلیم سے ازحد متاثر ہوئی ہیں۔ پہلے دوسروں کی طرح اسلام کے متعلق مختلف قسم کے نظریات رکھتی تھیں مگر اب وہ ایک حد تک اسلام کی تبلیغ بھی کرتی ہیں۔ اور غلط نظریات کی تردید بھی۔ عورتوں کے متعلق یہاں مشہور ہے۔ کہ اسلام کے نزدیک عورتوں میں روح نہیں ہے۔ اور یہ کہ اسلام کی تعلیم عورتوں کے حق میں اچھی نہیں ہے۔ مگر اب یہ خاتون جہاں بھی جاتی ہیں۔ لوگوں کو بتلاتی ہیں۔ کہ اس قسم کے غلط خیالات کی قرآن مجید میں تعلیم نہیں ہے۔ اور یہ کہ ایسے خیالات جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے مغربی مصنفین نے اسلام کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔

چوتھے دوست مسٹر ڈینگ ہیں۔ یہ دوست بہت بڑے عالم اور قابل مصنف ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۸۳ سال ہے۔ اور کئی کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ انہوں نے پروفوں کے دوران میں بہت مدد فرمائی تھی۔ اور آخر تک بار بار ترجمہ کو پڑھتے رہے۔ اور ہر لحاظ سے اس پر غور کر کے مناسب اصلاحات فرماتے رہے۔ بہت سے مقامات پر ان کی ہدایت کے مطابق اصلاحات کی جاتی تھیں۔ یہ دوست بعض اوقات دس بجے صبح سے لے کر شام کے چھ بجے تک ہمارے پاس کام میں مشغول رہتے۔ اگرچہ ان کی عمر ۸۳ سال کی ہے۔ مگر ارادہ اور ہمت جوانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ انہوں نے نہایت محنت اور محبت سے اس کام کو سرانجام دیا۔ اللہ تعالےٰ کا بہت بہت شکر ہے۔ کہ وہ ہمیں ایسے لوگ مہیا فرماتا رہا۔ جن کی وجہ سے ہمارا ترجمہ اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب مجھے اکثر کہتے تھے کہ جو باتیں میں مغربی مصنفین کے بیانات میں اسلام کے متعلق پڑھتا تھا۔ وہ تو قرآن مجید میں نہیں ملتیں۔ انہوں نے ایک دفعہ کسی پرچہ میں اسلام کے متعلق ایک مختصر سا مقالہ تحریر کیا تھا جس کا جواب ہماری طرف سے لکھا گیا۔ اس پر انہوں نے نہایت سادگی سے فرمایا۔ کہ انسائیکلوپیڈیا میں ایسا ہی اسلام کے متعلق لکھا ہے۔ اب جب سے انہوں نے قرآن مجید کے کام کے دوران میں مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس انسائیکلوپیڈیا کے لکھنے والوں کے خلاف کافی پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیم سے ازحد متاثر ہیں۔

ترجمہ کی چھپوائی کے دوران میں بھی مختلف قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان تمام مشکلات کو دور فرما دیا۔ اور ترجمہ چھپ کر مارکیٹ میں آ گیا۔

اس ترجمہ کی چھپوائی کے دوران میں ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ہالینڈ کے مشہور اخباروں کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا۔ چنانچہ کانفرنس نہایت ہی کامیاب رہی۔ اور ہالینڈ کے مشہور اخباروں میں ہماری جماعت کی اس جد و جہد کا نہایت ہی اچھے الفاظ میں ذکر ہوتا رہا۔ ترجمہ کی تکمیل پر بھی بڑے بڑے اخبارات میں خبر شائع ہوئی۔

ترجمہ کی اشاعت وسیع پیمانہ پر کرنے کے لئے کسی پبلشر کی خدمات کے حاصل کرنے کو ازحد ضروری خیال کیا گیا۔ کیونکہ اس کے بغیر ملک کے ہر حصہ میں کتب کا پہنچانا ناممکن ہوتا۔ چنانچہ M. R. Sloh نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا۔ اور نہایت ہی محنت اور اخلاص سے اس طرف توجہ فرمائی۔ اسکی اشاعت کو وسعت دینے کے لئے انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں جو ان کے گاہکوں کو جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا مقالہ تحریر کیا۔ جو مکالمہ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس میں ہمارے مشن کی غرض و غایت اور ہمارے عقائد کا مختصر خلاصہ بھی درج کیا گیا۔ یہ رسالہ قریباً ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے چھپنے کا اعلان بھی کیا گیا۔ اردو کے ایک پرچہ

نجات کی طرف دوڑو

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۱) ”خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال اس شرط پر مانگ لئے ہیں۔ کہ وہ ان کو جنت دے گا۔“ (قرآن کریم)

اے مومنو! کیا تم نے اپنے مالوں کا کوئی حصہ بھی تحریک جدید میں دیا ہے کہ تم خدا سے جنت مانگ سکو؟

(۲) دنیا میں آج خدا تعالیٰ کو قریباً ہر گھر اور ہر ملک سے نکال دیا گیا ہے اے احمدی مخلصو! خدا تعالےٰ نے تم کو مقرر کیا ہے۔ کہ خدا کو اس کے گھر میں داخل کرو۔ کیا تحریک جدید کے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر تم خدا کو اس کے گھر میں داخل نہ کرو گے؟

(۳) سب سے زیادہ مظلوم انسان آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ ہر سال لاکھوں کتب آپؐ کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ پر گرد ڈالنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ اے محمد رسول اللہؐ کی محبت کے دعویدارو! کیا تم اس کے جواب میں اپنی جیبوں میں ہاتھ نہ ڈالو گے۔ اور تحریک جدید میں حصہ لیکر اپنی محبت کا ثبوت نہ دو گے؟

مرزا محمود احمدؐ

میں بھی خبر شائع ہوئی۔ اس طرح دو قسم کے پراسپکٹس تیار کئے گئے۔ جن میں قرآن مجید کے ترجمہ کی اہمیت واضح کی گئی۔ اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کا شوق دلایا گیا۔ یہ امر نہایت ہی خوشی کا موجب ہے۔ کہ ایک ماہ کے دوران میں ہی ملک کے ہر حصہ میں ترجمہ کی خبر شائع ہو گئی۔ اور پبلشر کے تعاون کی وجہ سے بہت سے دوکانداروں نے اپنے اپنے حلقہ میں قرآن مجید کی فروخت کے لئے پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ صرف ایک ماہ کے عرصہ میں تقریباً پانچ صد کتب مختلف دوکانداروں کے پاس فروخت کے لئے بھجوائی گئیں۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے کچھ عرصہ تک کافی اشاعت ہو جائیگی۔ اس وقت تک دو بڑے اخباروں کی طرف سے ریویو بھی شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے کتاب کی ظاہری شکل و صورت کو بہت سراہا ہے۔ اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ دیباچہ کو ایک اخبار نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک اخبار نے ڈچ زبان میں مختلف قسم کے تراجم قرآن مجید کے چھپنے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ہمارے ترجمہ کے متعلق نہایت اچھے الفاظ میں ریویو کیا ہے۔

جہاں تک ظاہری کوشش کا تعلق ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس وقت تک کافی کام ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کو قرآن مجید کا مطالعہ کا شوق دلا دے۔ اور اس ترجمہ کو بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔

اس ترجمہ کی پہلی کاپی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ارسال کی گئی۔ اور دوسری پریذیڈنٹ سوکارنو کی خدمت میں مع ان کتب کو K. L. M. کے ذریعہ لندن سے امام مسجد لندن مکرم ظہور احمد صاحب باجوہ نے ارسال کی تھا۔ جس کا تذکرہ مختلف اخبارات میں ہوا۔

ہم نے ایک کاپی ملکہ ہالینڈ کے لئے بنوائی تھی۔ مگر ابھی اس قدر کام ہے۔ کہ ہمیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کرنے کے لئے وقت نہیں مل سکا۔ اور اب ملکہ کی کیبنٹ کے ذریعہ وہ کاپی ان کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ہالینڈ کے وزراء اور ہیگ۔ ایمسٹرڈم اور راٹرڈم کے میئر صاحبان کی خدمت میں بھی ڈچ ترجمہ قرآن مجید پیش کرنے کے لئے پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی اسلام کا مطالعہ کرنے کی توفیق بخشے۔

ڈچ ترجمۂ قرآن کے ابتدائی اخراجات کلکتہ کے احباب کی طرف سے دیئے گئے تھے جس کے لئے ہالینڈ مشن ان کا بہت ممنون ہے۔ اور ان کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس جماعت کے تمام احباب کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے اس ترجمہ کے اخراجات برداشت فرمائے۔

آخر میں احباب کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ ازراہ کرم دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنائے۔ اور بہتوں کو اس کے ذریعہ سے ہدایت نصیب کرے۔

ابھی ایک اور مرحلہ بھی باقی ہے۔ اور وہ اسلامی اصول کی فلاسفی اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے تراجم اور ان کی چھپوائی ہے۔ قرآن مجید کے ترجمہ کے چھپنے کے ساتھ ہی ان کتب کے تراجم کا چھپنا بھی ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ مغربی لوگ صرف ترجمہ پڑھ کر اسے اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے۔ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں اصولی طور پر بہت سے امور کو حل کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ ان دونوں کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد قرآن مجید کا مطالعہ کریں گے۔ انہیں قرآن مجید کے بہت سے مقامات آسانی سے سمجھ آ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں ان کتب کے تراجم کی اشاعت کی توفیق بھی جلد از جلد دے۔ تا متلاشیان حق انہیں پڑھ کر ہدایت پا سکیں۔ اللّٰھم آمین۔

دعائے مغفرت

مکرم ڈاکٹر برکت اللہ صاحب آف شیخ پور ضلع گجرات ایک لمبی بیماری کے بعد گجرات شہر میں ۱۰ رجنوری ۱۹۵۳ء کی رات کو پونے گیارہ بجے فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ نے ۷۲ سال عمر پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ گیارہ جنوری کو آپ کی نعش ربوہ میں لائی گئی۔ اور ۱۲ تاریخ کو آپ کو مقبرہ موصیاں میں دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔ خاکسار عبد القادر از کراچی

سیرتِ نبوی کے بعض تشنہ پہلو

قیصر و کسریٰ۔ قبطی مسیحیت۔ یہودی نوشتے۔

(مولانا عبد الماجد دریابادی)

سیرت نبوی صلعم کے متعلق جہاں تک اپنے ہاں کے کرنے کا کام تھا۔ بحمد اللہ اسے اہل علم و اہل قلم نے بڑی حد تک پورا کر دیا۔ اور جتنے معلومات اپنے ہاں کے قدیم ماخذوں میں مل سکتے تھے۔ کہنا چاہیئے۔ کہ ان سب کو چن کر اور سلیقہ سے سجا کر اپنے محبوب سردار و پیشوا اور دنیا کے بہترین برترین و کامل ترین رہنما کی زندگی کا مرقع اردو میں پیش کر دیا ہے لیکن قرآن مجید ہی کی طرح صاحب قرآن کی سیرت بھی بعض آفاقی اور عالمگیر پہلو رکھتی ہے۔ اور ان پر روشنی ڈالنے کے لئے محض اسلامی ماخذ کافی نہیں۔ ضرورت عرب سے باہر کی بھی دنیا میں ذرا گہری تاریخی و جغرافیائی نظر کرنے کی ہے۔

سب سے مقدم ضرورت یہ جاننے کی ہے کہ بعثت اور اس سے ذرا پہلے دنیا کی عام حالت کیا تھی؟ حجاز اور اس کے ملحقہ علاقوں نجد یمن وغیرہ کے حالات کی تفصیل تو جاننا ہی چاہیئے۔ لیکن عرب کے جو ہمسایہ ملک ہیں۔ عراق شام مصر حبش بلکہ ایران تک کی عمرانی۔ سیاسی اخلاقی دینی حالت کا نقشہ خاصی تفصیل کے ساتھ پیش نظر ہونا چاہیئے۔ اور اتنا ہی کافی نہیں جب رسول کی بعثت آفاقی تھی۔ اور آپ کے مخاطب دنیا کے سارے ملک تھے تو کم از کم چھٹی صدی عیسوی کے آخری ثلث۔ ساتویں صدی عیسوی کے پہلے دہے کے ہند و چین کا حال بھی آئینہ ہونا چاہیئے۔

عرب کے پڑوس ہی دو سلطنتیں رومن ایمپائر اور پرشین ایمپائر اس وقت کی دنیائے تمدن کی آقا و سردار تھیں۔ ان کی باہمی آویزش کا ذکر قرآن مجید تک میں آ چکا ہے۔ اور حدیث میں تو بکثرت حوالے ان حکومتوں کے اور ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامہ و پیام کے آتے ہیں۔ ان دونوں کی عصری تاریخیں سیرت نبوی صلعم کے متعلم کو مستحضر ہونا چاہیئے۔

پھر شرک کے علاوہ بھی جو مذہب اس وقت رائج رہ چکے تھے۔ یہودیت۔ مسیحیت۔ مجوسیت صابئیت۔ مزدکیت وغیرہ مع اپنے شاخ در شاخ فرقوں کے ان سب کے عروج و زوال کی داستانِ سیرت نگار کے علم میں ہونا ضروری ہے۔ سِیَر کی ضعیف روایتوں میں آتا ہے۔ کہ میلادِ نبوی صلعم کے وقت قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے۔ اور آتش کدۂ عجم کی آگ بجھ گئی۔ یہ روایتیں ضعیف در ضعیف سہی۔ بہرحال ان کے ماخذ کا کھوج ایرانی نوشتوں سے لگانا چاہیئے۔ کہ افسانہ کے عقب میں اصلیت کتنی نکلتی ہے۔ البتہ یہ تو بہرحال تاریخ کا ایک مسلّم واقعہ ہے۔ کہ نامۂ نبوی صلعم کسریٰ کے پاس گیا۔ کسریٰ اُس سفارت کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ اس پر آپ نے اس کے انجام سے متعلق ایک پیش خبری فرمائی وغیرہا۔ ان سارے واقعات کا پتہ خود تاریخ ایران سے بھی لگانا چاہیئے۔

ابرہہ (حاکم حبشہ) کی مکہ پر چڑھائی۔ اصحاب فیل کا قصہ۔ پھر ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں کی ہجرت حبشہ۔ نجاشی شاہ حبشہ کی ہمدردی۔ اس کا خفیہ قبول اسلام۔ اس کا مکتوب خدمت رسالت میں۔ پھر تبلیغی مکتوب دوسرے نجاشی کے نام۔ اس قسم کے بہت سے واقعات تاریخ اسلام اور ذخیرہ احادیث کا ایک اہم جزو ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی تفصیل جس حد تک بھی ممکن ہوتا خود حبش کی تاریخ اور حبشی نوشتوں سے مل جاتی۔

شامی مسیحیت اور رومی مسیحیوں سے بھی سیرت نبوی صلعم کا تعلق کچھ کم اور غیر اہم نہیں۔ صغر سنی میں بحیرا راہب سے ملاقات۔ پھر قبل نبوت ورقہ بن نوفل کی پیشگوئی۔ مدینہ میں نجرانی مسیحیوں کے وفد کی آمد۔ ان سے گفتگو۔ آیت مباہلہ کی شانِ نزول۔ قیصر روم کے نام نامۂ نبوی صلعم تبوک میں اہتمام جنگ وغیرہ۔ کتاب سیرت کے بیسیوں عنوانات کا سلسلہ صلح و جنگ میں مسیحیوں سے جڑا ہوا ہے۔ کاش کوئی خدا کا بندہ تاریخ کے ان اجزاء کا سراغ مسیحی نوشتوں اور کتبوں سے لگا لیتا۔

مسیحیت ہی کے سلسلہ میں اس کی دوسری شاخ مصری یا قبطی مسیحیت بھی کچھ کم لائق توجہ نہیں۔ مقوقس شاہ مصر کے نام آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک پھر ادھر سے سفارت کی کامیاب واپسی۔ تحفہ تحائف اور خود ام المومنین ماریہ قبطیہ کا ورود۔ کتابِ سیرت کے نمایاں عنوانات ہیں۔ یہ کونسا مقوقس تھا۔ کب تک رہا۔ اس کے عقائد پہلے کیا تھے۔ اور بعد کو کیا ہو گئے۔ مصری مسیحیت کے خصوصیاتِ امتیازی کیا تھے۔ اس قسم کے کتنے سوالات ایک طالب علم کے لئے جواب طلب ہیں۔ اور کیسے کیا جائے۔ کہ مصری تاریخ کے اوراق کی چھان بین سے ان جوابات

[illegible] کون کون اقوام [illegible] نبوی پر آ رہی۔ ان کے متدین دی علم افراد میں سے شرف صحابیت سے کون کون مشرف ہوئے۔ [illegible] مسلمانوں کے [illegible] ذخیرہ موجود ہے۔ تاہم یہودی نوشتوں کی مدد سے ان پر بھی اچھی خاصی

[illegible] کے حاصل کرنے میں کچھ آسانی ہو جائیگی۔

اور سب سے آخر میں لیکن کہنا چاہیئے سب سے بڑھ کر تو تعلق سیرت نبوی صلعم کا یہود اور یہودیت سے رہا ہے۔ ان کے کون کونسے قبیلے حجاز کے اندر کہاں کہاں آباد تھے؟ ان کے نامور سردار کون کون تھے؟ ان کے عقائد متعین طور پر اس وقت کیا تھے؟ جب تک ان کا اتحاد قبیلہ رہا۔ اس وقت تک سابقہ کیسا رہا؟ اور اس سے ہٹنے کا اثر تعلقات پر کیا پڑا؟ صلح و جنگ دونوں میں کیسے ثابت ہوئے؟ کعب بن اشرف اور ابو رافع ابن ابی الحقیق کا صحیح مرتبہ معاشرہ یہود میں کیا تھا؟ اور ان کے جرائم کی ٹھیک نوعیت کیا تھی؟ ان کی قوم سے

چندہ مسجد ہالینڈ اور لجنات اماء اللہ

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۷ دسمبر کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے مستورات کو تحریک فرمائی تھی۔ کہ مسجد ہالینڈ کا چندہ پورا کریں۔ آپ نے فرمایا تھا۔ "کہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں عورتوں کو ہالینڈ کی مسجد کے لئے چندہ کی پھر تحریک کروں۔ اس چندہ میں اس وقت تک ۵۲ ہزار کے قریب آ چکا ہے۔ اور اندازہ ایک لاکھ پندرہ ہزار کا ہے۔ گویا ۶۳ ہزار روپیہ ابھی باقی ہے۔ میں عورتوں کو تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمت کر کے اسے بھی پورا کر لیں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ وہ پورا کر لینگی۔ عورت جب ارادہ کر لیتی ہے۔ تو بسا اوقات اس کا عزم مردوں سے بھی بڑھ جاتا ہے"۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بعض لجنات نے اپنا وعدہ جات لکھوائے تھے۔ یہ گروہ وعدے صرف اندازے کے طور پر تھے۔ تمام لجنات اپنی اپنی لجنہ کے وعدے تمام بنام جلد از جلد بھجوائیں اور اس بات کو مدنظر رکھ کر بھجوائیں۔ کہ اس سال میں ہم نے ۲۱ ہزار روپے کی رقم ادا کرنی ہے۔ جہاں جہاں لجنات قائم نہیں وہاں کی مستورات اپنا وعدہ اور چندہ براہ راست بھجوا سکتی ہیں۔ (جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق ایک ضروری اعلان

مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء سے جلسہ سالانہ کا چندہ بھی لازمی قرار دیا جا چکا ہے۔ اور اب اس چندہ کی ادائیگی اسی طرح ضروری ہے جیسے کہ چندہ عام یا حصہ آمد کی۔ مالی سال رواں میں اس وقت تک صرف ۲۳۰۰۰ روپے کی رقم اس مد کی خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں وصول ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کا بجٹ آمد منظور شدہ ۷۰۰۰۰ روپیہ ہے۔

عہدیداران مال جماعت ہائے احمدیہ سے درخواست ہے۔ کہ اپنی اپنی جماعت کے دوستوں سے ان کا واجب الادا بقایا چندہ جلسہ سالانہ وصول کرنے کی پوری سعی فرمائیں۔ تا ان کی جماعت کا چندہ جلسہ سالانہ سو فی صدی پورا ادا ہو جائے۔ (ناظر بیت المال ربوہ)

اعلان دار القضاء

بمقدمہ مولوی حکیم عبد الوہاب صاحب عمر بنام خواجہ محمد شریف صاحب اکال گڑھی معرفت سنٹرل سٹور نیو لکھنہ بلڈنگ برانڈرتھ روڈ لاہور فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ خواجہ محمد شریف صاحب مبلغ تیرہ صد روپے حکیم صاحب موصوف کو ادا کریں۔ جس کی اپیل خواجہ صاحب نے بھیجی۔ مگر قاعدہ کے مطابق فیصلہ قابل اپیل کی مصدقہ نقل پیش نہ کی۔ اس لئے ان کو نقل پیش کرنے کے لئے لکھا گیا۔ مگر پھر بھی تعمیل نہیں ہوئی۔ تب ان کو سابقہ چٹھی کا حوالہ دے کر لکھا گیا۔ کہ آپ نے اب تک نقل فیصلہ اپیل کے ساتھ شامل نہیں کرائی۔ آپ وجہ بتائیں۔ کہ کیوں نہ آپ کی اپیل کالعدم قرار دی جائے۔ لیکن اس کا جواب بھی نہیں دیا گیا۔ چونکہ کیس زیر تصفیہ ہے۔ اور خواجہ صاحب کی وجہ سے اب مزید طوالت ہو رہی ہے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر انہوں نے دس یوم تک نقل فیصلہ شامل نہ کرائی۔ تو ان کی اپیل کالعدم قرار دیکر داخل دفتر کر دی جائے گی۔ (ناظم دار القضاء ربوہ)

پتے مطلوب ہیں!

(۱) مولوی کرم الہی صاحب ولد میاں حیات اللہ صاحب سکنہ دیپ گراں ضلع ہزارہ کا ایڈریس مطلوب ہے۔ جو دوست ان کے ایڈریس سے آگاہ ہوں۔ وہ دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں۔ اگر وہ خود یہ اعلان پڑھیں تو اپنے ایڈریس سے اطلاع دیں۔ (۲) میاں عبد الکریم صاحب ولد میاں عبد الجلیل صاحب بھاگلپوری سابق درویش قادیان کا پتہ درکار ہے۔ جو دوست ان کے ایڈریس سے آگاہ ہوں۔ وہ نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔ یا اگر وہ خود یہ اعلان پڑھیں تو اپنے ایڈریس سے اطلاع دیں۔ (نظارت بیت المال)

(بقیہ) حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہم سے جو توقعات رکھتے ہیں۔ ان کو پورا کر سکیں۔ اللّٰھم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان)

امراء کرام و سیکرٹریان مال جماعتہائے احمدیہ کی توجہ کیلئے

یہ امر آپ سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ کہ زکوٰۃ پانچ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً ہر جگہ نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بھی فرمایا ہے۔ اور مومن کے لئے زکوٰۃ دینا بھی ایسا ہی لازمی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نماز کا ادا کرنا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ افراد جماعت احمدیہ دین کیلئے مالی قربانی کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ جس کی مثال اس زمانہ میں کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی۔ تاہم مسائل کی ناواقفیت کی وجہ سے بعض اوقات سستی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں یہ عہدیداران جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کی اہمیت اور اس کے متعلق مسائل سب افراد جماعت کے ذہن نشین کرائیں۔ اور ان سے جو صاحب نصاب ہیں شرح کے مطابق زکوٰۃ وصول کر کے مرکز میں محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اس زمانہ میں عام مسلمانوں نے جہاں اسلام کے اور ارکان کو چھوڑ کر بہت سے خلاف شرع دستور رسوم اختیار کر لئے ہیں۔ وہاں زکوٰۃ کو بھی ترک کر دیا ہے۔ اور دولت کم ہونے کے اندیشہ سے انہوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑ دی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے دولت ایسی چھینی۔ کہ اب دنیا میں سب سے زیادہ مفلس قوم اگر کوئی ہے۔ تو وہ مسلمان ہی ہیں۔ چونکہ احمدی جماعت کا بھی اکثر حصہ عام مسلمانوں ہی سے آیا ہے۔ اس لئے بعض احمدی احباب سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں وہ چستی ظاہر نہیں ہوتی جو کہ ہونی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ہر گھر سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔ بہت سے زیورات ہیں جن کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی۔ اکثر ایسی تجارتیں ہیں۔ جن پر ادائیگی زکوٰۃ لازمی ٹھہرتی ہے۔ اور اکثر ایسے کارخانے ہیں۔ جن ... [illegible] ... جن پر ادائیگی زکوٰۃ ضروری ہو چکی ہے۔ بعض زمیندار احباب ہیں جن پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو چکی ہوئی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے لکھنا پڑا ہے۔ کہ بعض دوست اس فریضہ کو بجا لانے سے پہلوتہی اور غفلت اختیار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے اکثر قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ نہایت سختی سے جنگ کی اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ اونٹ کا ایک گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی (جو) زکوٰۃ کا ہو کوئی حصہ دینے سے بھی انکار کریں گے۔ تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور اس طرح انہوں نے نادہندگان سے زکوٰۃ وصول کی۔ اور تاریخ اسلام میں سوائے اس فریضہ کے اور کسی فریضہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے جنگ کا ہونا ثابت نہیں۔

چونکہ یہ اہم فرض ہے۔ اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہر فرد پر ہی نہیں۔ بلکہ امام اور خلیفہ وقت پر بھی پڑتی ہے۔ بالخصوص ایسے وقت میں یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کہ مساکین و غرباء کی ضروریات پوری نہ ہوں۔ اور ان کو اس لئے تکالیف پہنچیں۔ کہ بعض مسلمان اپنے نہایت اہم فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے زکوٰۃ کی وصولی ناظر بیت المال کے سپرد کی ہے۔ اور خاکسار اس ذمہ داری کو اس تحریک کے ذریعہ سب عہدیداران و ذی اثر احباب جماعت ہائے احمدیہ بلکہ ہر بزرگ خاندان و دیگر افراد پر بھی عائد کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں سب دوستوں کی ادائیگی زکوٰۃ کا اپنے آپ کو ذمہ دار خیال فرمائیں۔ اور جہاں جہاں کوتاہی ہوتی دیکھیں اس کو پورا کرنے کی سعی فرمائیں۔ اور اگر نہ پورا کر سکیں۔ تو اس علاقہ کے اور زیادہ اثر والے دوستوں کو مطلع کریں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو خاکسار کو بھی اطلاع دیں۔ تا کہ جہاں کی وصولی زکوٰۃ کا انتظام ہم سے نہ ہو سکے۔ تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کر دی جائے۔ بہرحال جب تک ایسا نہ کریں گے۔ سب دوستوں پر اس اہم فریضہ اسلام کی تکمیل کی ذمہ داری قائم رہے گی۔ نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ جملہ متعلقین پڑوسی اور دوست آشنا کے لئے بھی جن کو وہ تحریک کر سکتے تھے اور نہیں کی یا جن کو تحریک کی اور دیکھا کہ نتیجہ نہ ہوا تو اس کی مرکز کو اطلاع نہیں دی۔ اور زکوٰۃ ادا نہ ہوتے دیکھ کر خاموش رہے۔

ان سب حالات میں ان احباب پر ذمہ داری رہے گی۔ جو کسی قسم کی مدد تحریک یا اطلاع ادائیگی زکوٰۃ کے متعلق کر سکتے تھے اور نہیں کی۔

اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے نظارت ہذا سے رسالہ مسائل زکوٰۃ مفت طلب کیا جا سکتا ہے۔ تا اس فرض کی ادائیگی کے لئے کسی کو علم کا عذر نہ ہو۔ اور تحریک کرنے والے احباب کے لئے بھی آسانی ہو جائے۔ آخر میں یہ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کر سکیں۔ اور اس کی رضا کو حاصل کریں۔ اور (بقیہ)

احمدیوں کے بیانوں اور تقریروں میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو قابل مواخذہ ہو

احراریوں کا انداز جارحانہ اور احمدیوں کا محض مدافعانہ تھا

مولانا مودودی نے جو راہ اختیار کی وہ امن و امان کے نظریئے کے خلاف تھی!

حکومت پنجاب کے سابق چیف سیکرٹری حافظ عبدالمجید کا بیان

گذشتہ سے پیوستہ

سوال: کیا احمدیوں کی کوئی ایسی سرگرمیاں آپ کے علم میں آئیں جو صوبہ کے امن کے لئے خطرہ کی موجب تھیں؟ جواب: ہم نے احمدیوں کی ان تقریروں اور بیانوں کو جو مبینہ طور پر قابل اعتراض تھیں متعدد بار دیکھا لیکن ان میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو قابل مواخذہ ہو۔ درحقیقت میری یہ واضح رائے تھی کہ احرار اس نزاع میں جارحانہ انداز لئے ہوئے ہیں اور احمدی صرف مدافعت کر رہے ہیں۔ سوال:۔ کیا آپ نے ڈپٹی کمشنروں کو کبھی یہ ہدایات بھیجیں کہ وہ احرار اور احمدیوں کی ان سرگرمیوں کو روکیں؟ جواب:۔ میرا خیال ہے حکومت پنجاب نے اس معاملے میں متعدد ہدایات ارسال کیں جن میں سے بعض خود میرے دستخطوں سے بھیجی گئیں۔ سوال:۔ کیا ان تمام ہدایات میں آپ نے دونوں فریقوں کو ایک معیار پر رکھا؟ جواب:۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو کبھی یہ اشارۃً بھی نہیں بتایا کہ ایک فریق کا انداز جارحانہ ہے۔ اور دوسرے کا مدافعانہ۔ حکومت نے انہیں صرف یہ ہدایات دی تھیں۔ کہ فریقین میں جو نزاع برپا ہے اس سے کیونکر نبٹا جائے۔ سوال:۔ احمدی احرار کے نزاع کے بارے میں ۵ر جون ۱۹۵۲ء کو آپ نے جو مراسلہ لکھا تھا۔ میں آپ کی توجہ اس کے اس ٹکڑے کی طرف دلاتا ہوں:

"اس کے برعکس احمدی جماعت عوام کے ایک طبقے کی کھلی مخالفت کے باوجود (غالباً اسی کے باعث) اپنی تبلیغی کانفرنسیں عوام میں کثرت سے منعقد کرنے پر اصرار کر رہی ہے۔ اس روش کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کہ یہ چیز ہمارے خلاف مزید شورش پر اکساتی ہے" کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ احمدی بھی اسی قدر مورد الزام تھے۔ جس قدر دوسرا فریق تھا؟ جواب:۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوگا۔ دراصل یہ ٹکڑا اسی خیال کا رجحان ظاہر کرتا ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اگر ایک فریق کا انداز جارحانہ تھا۔ تو دوسرے کا مدافعانہ۔ سوال:۔ آپ نے اپنے تحریری بیان میں تحفظ ختم نبوت کے لیڈروں کو "ملا" کے نام سے موسوم کیا ہے "ملا" سے آپ کا کیا مراد ہے؟ جواب:۔ میرے خیال میں "ملا" وہ شخص ہے جس کا مذہبی علم اس سے بہت کم ہو جتنا وہ عوام کو بتاتا ہے۔ اور جو پاکستان جیسے ملک میں ترقی کے تمام خیالات کا مخالف ہو۔ سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے کہ احمدی "ملا" کی اصطلاح مسلمان علماء کے لئے حقارت آمیز طور پر استعمال کرتے ہیں؟ جواب:۔ مجھے معلوم نہیں۔ سوال:۔ کیا "الفضل" مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء میں "خونی ملا کے آخری دن" کے عنوان سے مقالہ آپ کی نظر سے گذرا ہے؟ جواب:۔ میرا خیال ہے میں نے یہ مقالہ دیکھا ہے۔ سوال:۔ آپ نے احمدیوں کے خلاف تحریک کے رہنماؤں کو ایسے اشخاص قرار دیا ہے۔ جن کا اعتقاد متعصبانہ ہے۔ کیا میں آپ سے اس چیز کی وضاحت کرنے کو کہہ سکتا ہوں کہ ان الفاظ سے آپ کیا ظاہر کرنا چاہتے تھے؟ جواب:۔ متعصبانہ عقائد وہ ہیں جو کوئی شخص عقل و دانش پر پرکھے بغیر رکھے۔ سوال:۔ کیا آپ احمدیوں کو بھی متعصبانہ عقائد والے سمجھتے ہیں؟ جواب:۔ ہاں اگر احمدی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہ ماننے والے کافر ہیں۔ سوال:۔ آپ یورپ روانہ ہونے سے قبل کراچی میں کب تک رہے؟ جواب:۔ دس روز کے قریب۔ سوال:۔ کیا ان دنوں کراچی میں لوگوں میں یہ تحریک نہیں تھی کہ "ملا" کو نیچا دکھایا جائے۔ جواب:۔ میں نے دیکھا کہ کراچی میں "ملا" کے خلاف کچھ احتجاج پایا جاتا تھا۔ سوال:۔ کیا آپ کے علم میں کبھی یہ بات آئی کہ احمدیہ جماعت کے ایک جلسے کی صدارت ایک سول جج نے کی تھی؟ جواب:۔ جی ہاں۔ سوال:۔ کیا وہ احمدی تھے؟ جواب:۔ یہی فرض کرنا پڑے گا۔

جماعت اسلامی کے وکیل چوہدری نذیر احمد کی جرح کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ۵ر مارچ کو جب گورنر نے امن کی اپیل کی۔ تو وہ اس وقت گورنمنٹ ہاؤس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا میں کچھ دیر تک اس اجلاس میں موجود تھا۔ یہاں تک کہ ہوم سیکرٹری۔ آئی۔ جی پولیس اور مجھے جانے کے لئے کہا گیا۔ سوال:۔ کیا آپ کی موجودگی میں کوئی مسودہ مرتب کیا گیا؟ جواب:۔ نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب ہمیں جانے کے لئے کہا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک مسودہ مرتب کیا گیا۔ سوال:۔ گورنر کی اپیل کا اثر ان معززین شہر پر کیا ہوا جو اس اجلاس میں شریک تھے؟ جواب: جانے سے پہلے میں نے تین تقریریں سنیں۔ جن میں سے ایک تقریر مولانا مودودی کی تھی دوسری مسٹر احمد سعید کرمانی کی اور تیسری مسٹر شمیم حسین قادری کی۔ مسٹر احمد سعید کرمانی پولیس کے اس رویہ کی تعریف کر رہے تھے جو اس نے صورت حال کا مقابلہ کرنے میں اختیار کیا۔ مسٹر قادری نکتہ چینی کر رہے تھے اور بعض افواہوں کی تحقیقات بھی کرنا چاہتے تھے میری رائے میں مولانا مودودی نے اس اجلاس کے مقصد کو نقصان پہنچایا تھا۔ سوال:۔ مولانا مودودی نے اپنی تقریر میں کیا کہا تھا؟ جواب:۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں صورت حال کے خراب ہونے کی ذمہ داری پولیس کے کندھوں پر ہے۔ جس نے عوام سے نبٹنے کے لئے اپنا رویہ سخت رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے حکومت اور عوام کے درمیان خانہ جنگی شروع کرا دی تھی۔ انہوں نے مزید کہا تھا کہ جب تک عوام کے مطالبات ماننے کے فیصلے یا ان پر فوری غور کے لئے تیار نہ ہو۔ وہ اس اپیل کو جاری کرنیوالوں میں شامل نہیں ہونگے جو امن وامان برقرار رکھنے کے لئے جاری ہے۔ سوال:۔ کیا مولانا مودودی کے اس نظریئے کی کسی نے تردید کی تھی؟ جواب:۔ اس کے بعد مولانا مودودی نے دو تقریریں کی تھیں۔ مسٹر احمد سعید کرمانی نے پولیس کے رویہ کے متعلق مولانا مودودی کی تردید کی تھی دراصل انہوں نے بعض ایسے واقعات پیش کئے تھے۔ جن میں پولیس کی قوت برداشت قابل تعریف تھی۔ مسٹر قادری کی تقریر میں مولانا مودودی نے جو کچھ کہا تھا اس کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ سوال:۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ مولانا مودودی نے میٹنگ کے مقصد کو نقصان پہنچایا تھا؟ جواب:۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو راہ اختیار کی وہ خود امن وامان کی کسی اپیل کے نظریے کے خلاف تھی۔ سوال:۔ کیا ان سب لوگوں نے جو وہاں موجود تھے، مولانا مودودی کے نظریات سے اتفاق کیا تھا؟ جواب:۔ مجھے علم نہیں۔

سوال:۔ وہ مسودہ کیا تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کی غیر حاضری میں تیار ہوا تھا؟ جواب:۔ ہمیں پتہ چلا کہ مودودی نے ایک بیان کا مسودہ تیار کیا تھا۔ جو وہ حکومت سے جاری کرانا چاہتے تھے۔ اس مسودے میں احمدیوں کے خلاف مطالبات کا تسلیم کیا جانا بنیادی شرط کے طور پر شامل تھا۔ سوال:۔ آپ کو یہ اطلاع کس نے دی؟ جواب:۔ میرے خیال میں مجھے اس کا علم اس وقت کے گورنر سے ملاقات کے دوران میں ہوا۔ سوال:۔ کیا مودودی کے اس تخریبی اقدام کے خلاف آپ نے کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت پر غور کیا؟ جواب:۔ ۶ر تاریخ کے "تسنیم" میں انہوں نے اپنے اس بیان کو دہرایا۔ اس پر حکومت پنجاب نے اس معاملہ کو ہاتھ میں لے لیا۔ اور خاص فوجی عدالت سے انہیں سزا ملنے کی وجہ یہی ہوئی۔ سوال:۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ "تسنیم" میں جو کچھ چھپا تھا وہ مولانا مودودی کا بیان نہیں تھا۔ بلکہ وہ جماعت اسلامی کی مجلس کی ایک شوریٰ تھی؟ جواب:۔ جس چیز کو مجلس شوریٰ کی قرارداد بیان کیا جاتا تھا۔ وہ یہی تقریر تھی۔ جو انہوں نے گورنمنٹ ہاؤس میں کی تھی۔ مولانا مودودی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا اصل مسودہ خاص فوجی عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ اس تاریخ کے "تسنیم" میں اپنی خطوط پر مولانا مودودی کا ایک بیان بھی تھا۔ سوال:۔ آپ نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق حکومت پنجاب نے نظریاتی موقف کی وضاحت نہیں کی تھی۔ کیا آپ نے جولائی ۱۹۵۲ء یا اس کے بعد حکومت کو کوئی ٹھوس تجویز پیش کی تھی کہ ان بڑے حالات سے کس طرح نپٹا جائے؟ جواب:۔ میں نے صوبائی حکومت کو اس بارے میں کوئی تجویز پیش نہیں کی تھی۔ لیکن زبانی بحث و تمحیص کے دوران میں میں نے تجویز کیا تھا۔ کہ احرار اور ان کے ہمنواؤں کے خلاف تعزیری کارروائی کی جائے۔ سوال:۔ آپ نے کوئی نظریاتی کارروائی کیوں پیش نہیں کی؟ جواب:۔ مختلف اوقات میں بعض بحثیں ہوتی تھیں اور میں نے جب بھی اس مسئلہ پر آواز اٹھائی کہ نظریاتی بنیادوں پر کچھ ہونا چاہیئے۔ تو جواب یہ ملا کہ مرکزی تنظیم کو اس میعاد پر کوئی رائے قائم کرنی چاہیئے۔

سوال:۔ اگر مسلمانوں کا ایک فرقہ مسلمانوں کی عام جماعت سے اپنے کو معاشری اور مذہبی طور پر علیحدہ کر لیتا ہے۔ تو کیا آپ اس طبقے کو سماج عنصر دشمن کہیں گے؟ جواب:۔ انٹی سوشل عنصر وہ ہے جو معاشرے میں بدتنظیمی پھیلاتا ہے۔ لیکن اگر لوگوں کا ایک حلقہ باقی انسانیت سے قطع تعلق کرنے کا فیصلہ کرلے تو وہ خود بخود "سماج دشمن" نہیں ہو جاتا وہ صرف غیر معاشری طبقہ بنتا ہے۔ سوال:۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ احمدیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے ایک فرقے تک محدود کر کے مسلمانوں کی عام جماعت سے معاشرتی اور مذہبی طور پر الگ ہو کر پنجاب میں نظم و نسق سے تعلق رکھنے والے مسائل پیدا کر دیئے ہیں؟ عدالت نے اس سوال کی اجازت نہ دی کیونکہ یہ ان مفروضوں پر مبنی تھا جو ابھی صاف طور پر ثابت نہیں ہوئے۔ سوال:۔ کیا آپ نے ۶ر مارچ کے اعلامیہ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا؟ جواب:۔ حکومت جو اقدام کرنا چاہے اسے پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا میرا منصب نہیں۔ بہرحال ان الفاظ سے یہ اپیل ہوئی وہ

تریاق اٹھرا:۔ حمل ضائع ہو جاتے ہوں یا بچے فوت ہو جاتے ہوں:۔ فی شیشی ۲½ روپیہ:۔ مکمل کورس پچیس ۲۵ روپے:۔ دواخانہ نورالدین جودھامل بلڈنگ لاہور

جھوٹا پراپیگنڈا اور مسجد وزیر خان کی اشتعال انگیز تقریریں لوگوں کے بہت سے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا موجب بنیں

اگر جھوٹے پروپیگنڈے سے کام نہ لیا جاتا۔ تو حالات اتنے زیادہ خراب نہ ہوتے

تحقیقاتی عدالت میں ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد کا بیان!

لاہور ۱۱ جنوری: فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد نے جو بیان دیا تھا۔ اس کے بعض حصے گزشتہ اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے بیان کا بقیہ حصہ درج ذیل ہے:۔ مسٹر غیاث الدین احمد سے مسٹر شوو لعانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خان نے جرح کے دوران میں پوچھا۔ کیا آپ کے علم کے مطابق امن و قانون اور نظم و ضبط سے تعلق رکھنے والی صورت حال کی اصلیت سے پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور گورنر نے وزیر اعظم پاکستان کو آگاہ نہیں کیا تھا؟ مسٹر غیاث الدین احمد نے کہا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر اعظم پاکستان کے مابین کوئی تحریری رابطہ نہیں ہوا۔ جہاں تک گورنر کا تعلق ہے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار زبانی کیا تھا یا نہیں۔ لیکن وزیر اعلیٰ نے کراچی سے ایک مرتبہ واپسی پر افسروں سے کہا۔ کہ انہوں نے مطالبات کے متعلق وزیر اعظم سے بات کی تھی عدالت نے گواہ سے کہا وہ بتائیں۔ کہ انہوں نے ٹھیک ٹھیک کیا کہا تھا؟ انہوں نے جواب دیا جہاں تک مجھے یاد ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا تھا میں نے وزیر اعظم پر زور دیا ہے۔ کہ وہ مضبوط پالیسی کا اعلان کریں۔ تاہم وزیر اعلیٰ اس بارے میں بہت پر امید نہیں تھے۔ کہ ایسی پالیسی کا اعلان کر دیا جائے گا۔

س:۔ کیا وزیر اعلیٰ کا خیال یہ تھا۔ کہ مطالبات رجعت پسندانہ ہیں؟ ج:۔ میں نے یہ تاثر لیا تھا۔ کہ وہ ان مطالبات کو رجعت پسندانہ قسم کے سمجھتے ہیں۔ مسٹر غیاث الدین احمد نے مزید جرح کے جواب میں کہا۔ اگلے روز میں نے کہا تھا۔ کہ وزیر اعلیٰ نے ۱۴ جولائی کو مسل نمبر ۱۶(۲) ۹ ۴ دیکھی تھی۔ میں نے اس میں مسلم لیگ کے اخبارات کی روش کے متعلق شکایت کی تھی۔ لیکن انہوں نے اس پر صرف دستخط کر کے لوٹا دیا۔ گواہ سے پوچھا گیا۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ اس کے بعد انہوں نے مسلم لیگی اخبارات کے مدیروں سے رابطہ پیدا کیا؟ گواہ نے کہا۔ ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وزیر اعلیٰ کے پاس معاملہ پیش کرنے سے پہلے میں نے میاں انور سے یکم جولائی کو رابطہ پیدا کیا تھا۔ تو کیا آپ نے وزیر اعلیٰ سے مزید احکام طلب کئے؟ ج: میرا خیال ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں انسپکٹر جنرل پولیس خان قربان علی خان اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل میاں انور علی وزیر اعلیٰ کے پاس گئے۔ اور اس بارے میں ان سے بات کی۔ اس کے بعد خان قربان علی نے ڈائرکٹر تعلقات عامہ کو بلایا۔ اور ان سے سخت لفظوں میں کہا۔ کہ نشر و اشاعت کا انتظام بہتر اور زیادہ موثر طریق پر ہونا چاہیئے۔ اس تاکید کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ محکمہ تعلقات عامہ نے ایک دو پوسٹر شائع کئے۔

س:۔ کیا آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب آپ کو ۲۶ تاریخ کراچی میں کابینہ میں طلب کیا گیا تو آپ سے پوچھا گیا تھا۔ آیا تحریک چلانے والوں کے خلاف کاروائی کی گئی ہے اور آیا حکومت پنجاب صورت حال سے نپٹنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ یا نہیں؟ ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ آپ نے ان سوالوں کا جواب اثبات میں دیا۔ کیا آپ عدالت کو بتائیں گے۔ حالات کا یہ جائزہ حقائق پر مبنی تھا۔ یا مرکز کو غلط راہ پر لگانے کے لئے تھا؟

ج:۔ مجھے اور انسپکٹر جنرل پولیس دونوں کو کابینہ نے ۲۶ تاریخ کو کراچی بلا بھیجا تھا۔ وہاں انسپکٹر جنرل پولیس نے صورت حال کا جائزہ پیش کیا۔ ہم سے یہی سوال پوچھے گئے۔ اور ہم نے ان کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ جب انسپکٹر جنرل پولیس کے جائزہ حالات پر مبنی تھا۔ قیاس آرائی پر ہرگز مبنی نہیں تھا۔ نہ اس کا مقصد ہی کو غلط راہ پر لگانا تھا۔

س:۔ صورت حال کا یہ جائزہ اگر درست تھا تو لاہور میں شہری ایڈمنسٹریشن ٹھپ کیوں ہو گئی؟

ج:۔ میں اس بات پر قائم ہوں۔ کہ صوبہ میں شہری ایڈمنسٹریشن ناکام نہیں رہی۔ جہاں تک لاہور کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ یہاں شورش توقع سے زیادہ زور پکڑ گئی۔ اور حالات بہت نازک ہو گئے۔ شہری حکام کی اعانت کے لیے فوج کا استعمال کوئی انوکھی بات نہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ شہری ایڈمنسٹریشن ناکام رہی یا ٹھپ ہو گئی تھی کیونکہ انجام کار پولیس اپنی محدود نفری اور ان پابندیوں کے باعث جو اس کے اقدامات پر قانوناً عائد ہیں صورت حالات سے ایک خاص حد تک ہی نپٹ سکتی ہے۔ جس کے باہر اس کے لئے موثر ہونا مادی طور پر ممکن نہیں رہتا۔ پولیس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اور ۶ تاریخ کی صبح تک صورت حال پر قابو پا لیا۔ لیکن اس وقت تک وہ مسلسل چھتیس گھنٹے تک ڈیوٹی دے چکی تھی۔ ایجی ٹیشن چونکہ صوبہ بھر میں پھیل چکی تھی۔ اس لیے پولیس کی تعداد ناکافی تھی۔ پولیس کے دیزرو دستوں کو مختلف شہروں اور قصبوں کو بھیجنا پڑا تھا۔ ۶ تاریخ کی دوپہر کو جب مارشل لاء کا اعلان ہوا۔ تو صورت حال مادی طور پر فوج کے قابو سے باہر ہو چکی تھی فوج اپنے وسیع تر قانونی اختیارات اور بڑی گنت آہنی کے باعث قدرتی طور پر زیادہ موثر تھی۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ حالات کے بعض پہلو نہ ہوتے تو ۵ تاریخ یقیناً ۴ مارچ کے بعد ہنگامہ کم ہو جاتا اور ہم خطرناک موڑ سے ہٹنے والا موڑ مڑ جاتے۔ یہ پہلو یہ تھے:۔

(۱) مسجد وزیر خان اور بیرون دہلی دروازہ کی اشتعال انگیز تقریریں (۲) یہ جھوٹا پروپیگنڈا کہ قرآن کریم کی توہین ہوئی ہے۔ اور ایک لڑکے کو ۴ تاریخ کو پولیس نے چھرا گھونپ کر مار ڈالا ہے۔

(۳) سی ڈی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی ہلاکت۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو حالات شاید ۴ تاریخ کے بعد سدھرنے لگتے۔ لیکن اس وقت کی تقریروں نے لوگوں کے جوش اور مذہبی جذبات کو بھڑکایا۔ اور ڈی۔ ایس۔ پی کی موت سے جب ہیجان ہوا۔ تو بہت زیادہ جوش و تشویش پھیلی

عدالت سے

س:۔ ڈی۔ ایس۔ پی کی ہلاکت کے بعد حکومت کو کیا کاروائی کرنی چاہئے تھی؟ ج:۔ اس وقت تک جو کاروائی ہو رہی تھی نظم و ضبط بحال کرنے کی ذمہ داری لے کر فوج یہ کام کرنا چاہتی تو کر سکتی تھی۔ فوج کو لیڈروں کو ختم کرنے کا اختیار ہے۔ س:۔ کیا فوج شہری حکام کی درخواست پر ہی کوئی کاروائی کرتی ہے یا خود اپنی طرف سے اس بارے میں کاروائی کرتی ہے؟

ج:۔ ضابطہ فوجداری کی رو سے فوج کو بلوے ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

س:۔ آپ نے گورنر کو یہ مشورہ کب دیا؟

ج:۔ ۶ مارچ کو صبح ساڑھے دس بجے کے قریب

تحقیقاتی عدالت کی کاروائی (بقیہ صفحہ ۶)

مجھے یقیناً پسند نہیں۔ یہ بات میں نے وزیر اعلیٰ پر پہلی ہی ملاقات میں واضح کر دی تھی۔ س:۔ کیا آپ کو یہ بات کچھ عجیب معلوم نہیں ہوئی کہ آپ کی موجودگی کی ضرورت اس وقت محسوس نہیں کی گئی۔ جب ۶ مارچ کی ڈیل کے الفاظ و مطالب کے متعلق فیصلہ ہوا تھا؟ ج:۔ اس کا انحصار تو ان حالات پر ہے۔ جن میں یہ بیان تیار کیا جا رہا تھا۔ ۶ مارچ کو یہ بات عیاں تھی۔ کہ وزیر اعلیٰ مصروف بھی ہیں اور مضطرب بھی۔ س:۔ کیا ۵ اور ۶ مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس میں خوف و ہراس کی فضا تھی؟ ج:۔ خوف و ہراس کی فضا ۵ تاریخ کو نہیں۔ بلکہ ۶ تاریخ کو تھی۔ س:۔ آپ نے اپنے بیان میں لکھ دیا ہے۔ کہ فوج نے گولی نہیں چلائی۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ فوج کو گولی چلانے کو کہا گیا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا؟ ج:۔ میرے تحریری بیان میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی مطلب اس سے اخذ نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے صرف یہ کہا ہے۔ کہ در حقیقت فوج نے کبھی گولی نہیں چلائی۔ س:۔ آپ نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ فوج اور پولیس کی دونوں قوتیں جس قدر کارگر ہو سکتی تھیں۔ اتنی نہ ہونے کی ذمہ داری تجربے اور ذہنیت کی کمی پر آتی ہے کیا آپ ابھی تک اسی رائے پر قائم ہیں؟ ج:۔ جی ہاں۔ س:۔ کیا ایسے ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے تقسیم ملک کے بعد شہری اور فوجی حکام میں کوئی عام اجلاس ہوا ہے؟ ج:۔ میں تو کسی ایسے اجلاس میں شریک نہیں ہوا۔ لیکن انسپکٹر جنرل پولیس نے جو فوج کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں پنجاب کے افسر رابطہ ہیں۔ ان مسائل پر جن کا تعلق صوبے کے داخلی تحفظ سے ہے۔ ضرور تبادلہ خیالات کئے ہوں گے س:۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مارشل لاء نافذ کئے بغیر صورت استعمال فوج کو سونپی جا سکتی تھی۔ اس بیان کی تشریح کیا ہے؟ ج:۔ میں نے گورنر سے یہ بات کہی تھی کہ مارشل لاء نافذ کئے بغیر بھی ایک کام ہو سکتا ہے۔ یہ کہنے سے میرا مطلب یہ تھا کہ اختیارات شاہی حکومت ہی کے ہاتھ میں رہیں۔ مگر فوج امن و قانون

احمدیت اسلام احمدیت اور دوسرے مذاہب کے متعلق سوال اور جواب
انگریزی میں
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن

حب اٹھرا جسٹرڈ اسقاط حمل کا مجرب علاج:۔ فی تولہ ڈیڑھ روپیہ ۱/۸:۔ مکمل خوراک گیارہ تولے پونے چودہ روپے ۱۳-۱۲-۰ حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

کی گئی تھی۔ اس سے زیادہ سخت۔

س:۔ اگر ڈی۔ ایس۔ پی کو مسجد وزیر خان میں ہلاک کیا گیا۔ تو کیا یہ بات سخت کارروائی سمجھی جائے گی کہ تمام بڑے بڑے افسر جلدی سے کوتوالی پہنچ جاتے جس طرح کہ وہ واقعی پہنچے؟ ج:۔ شہر میں امن و قانون اور نظم و ضبط برقرار رکھنے کی ذمہ داری ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس پر آتی تھی۔ انسپکٹر جنرل پولیس داخلی دفاع کے متعلق صوبائی حکومت کا ماہر افسر ہوتا ہے۔ اس وقت اتفاق رائے اس بات پر تھا کہ کوتوالی کو ہیڈ کوارٹر بنا لیا جائے۔ اور فوج کو سخت گشت لگانے اور پولیس کی اعانت کرنے کے لئے بلا لیا جائے۔ اور فصیل کے اندر کے رقبے کے سوا شہر بھر میں کرفیو نافذ کر دیا جائے۔

وکیل سے مزید

س:۔ ان فیصلوں کی ذمہ داری کس پر آتی تھی؟

ج:۔ کوتوالی میں جب یہ فیصلے ہوئے۔ تو انسپکٹر جنرل پولیس جنرل آفیسر کمانڈنگ۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایس ایس پی اور پولیس کے بعض دوسرے افسران موجود تھے۔ س:۔ کیا آپ اور انسپکٹر جنرل پولیس ۵ تاریخ کو وزیر اعلیٰ سے ملے؟ کیا آپ نے انہیں حالات بتائے؟

ج:۔ جی ہاں۔

عدالت سے

س:۔ کیا اس سارے عرصہ میں کوئی وزیر عوام کے سامنے آیا؟ ج:۔ جی نہیں۔ س:۔ کیا ان میں سے کسی نے کوئی بیان جاری کیا؟ ج:۔ جی نہیں۔ ہم اور ۵ تاریخ کی درمیانی رات مجھ سے کہا گیا کہ میں لوگوں کے نام اپیل کروں میں نے حکومت پنجاب کی طرف سے یہ اپیل جاری کر دی ——

س:۔ اگر ڈی۔ ایس۔ پی کی ہلاکت جیسا کوئی واقعہ لائل پور جیسے کسی ضلع میں ہوتا تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صرف سپرنٹنڈنٹ پولیس سے مشورہ کرتا اور دونوں اکٹھے کارروائی کا منصوبہ بنا لیتے۔ کیا یہ درست نہیں کہ لاہور کے معاملے میں صرف اس وجہ سے نقصان ہوا کہ جن لوگوں سے مشورہ ضروری تھا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی؟ ج:۔ ۵ تاریخ کی شام کو جو کارروائی ہوئی۔ تو اس کا فیصلہ کوتوالی میں کیا گیا تھا۔ میرے نزدیک تو کسی نے انسپکٹر جنرل پولیس یا ضلعی حکام کے فیصلوں پر عمل کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالی۔ ذاتی طور پر میں محسوس کرتا تھا کہ لاہور جیسی جگہ میں سے انسپکٹر جنرل پولیس جیسے اعلیٰ احکام کے مشورہ مدد اور رہنمائی کی احتیاج تھی۔ در حقیقت انسپکٹر جنرل کی یہ ڈیوٹی ہے کہ مقامی حکام کے ساتھ ساتھ وہ نظم و ضبط اور امن و قانون برقرار رکھے اور صوبہ کے داخلی دفاع کا اہتمام کریں۔ س:۔ کیا آپ کے نزدیک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صرف آئی جی پولیس کے مشورہ سے دوسرے افسروں یا وزیروں سے قطع تعلق ہو کر کوئی اقدام کر سکتا تھا؟ ج:۔ میرا خیال ہے وہ ایسا کرنے کا مجاز تھا۔

سوال:۔ کیا کوتوالی جانے سے پہلے یا وہاں پہنچ کر بھی کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ کارروائی کا اصل مقام مسجد وزیر خاں ہے؟ جواب:۔ مسجد وزیر خاں فساد کا اصل مرکز تھا۔ لیکن یہ محسوس کیا جاتا تھا کہ وہاں پولیس کے لئے کارروائی کرنا ناممکن ہوگا۔ سوال:۔ اور فوج کے لئے؟ جواب:۔ مجھے معلوم نہیں کہ فوج سے خاص طور پر اس بارے میں مشورہ کیا گیا یا نہیں۔ یا اسے فصیل کے اندرونی رقبہ میں جانے کے لئے کہا گیا یا نہیں۔ لیکن انسپکٹر جنرل کی رائے یہ تھی کہ تقسیم سے قبل بھی فصیل کے اندرونی رقبے میں کارروائی کرنا قرین دانش نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہاں بازار تنگ اور عمارتیں گنجان ہیں۔ سوال کیا مارشل لاء کے نفاذ کے بعد فوج نے اندرون شہر میں کوئی کارروائی نہیں کی؟

جواب:۔ کارروائی تو کی لیکن ایک تو فوراً نہیں کی دوسرے اس وقت کی جب چار بریگیڈ فوج لاہور میں ڈالی جا چکی تھی۔ فوج نے شہر میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دیر انتظار کیا۔ پھر وہ سامان حفاظت سے لیس ہو کر داخل ہوئے۔ سوال:۔ کیا ۵ تاریخ کو حفاظت کا یہ سامان اور چار بریگیڈ فوج ... کو نہیں مل سکتی تھی؟ جواب:۔ جنرل آفیسر کمانڈنگ نے مارشل لاء نافذ کرنے سے پہلے شہر میں جتنی فوج ڈالی اس کی ٹھیک تعداد تو مجھے معلوم نہیں لیکن شہری حکام کی اعانت کے لئے فوج موجود ضرور تھی۔

سوال:۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شہری حکام ایک خاص صورت حال فوج کے سپرد کرنے میں تذبذب سے کام لے رہے تھے؟ جواب:۔ مجھے کوئی تذبذب تو نظر نہیں آیا۔ تاہم اس سوال کا جواب زیادہ صحت سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور انسپکٹر جنرل پولیس ہی دے سکتے ہیں۔

وحیدالدین کی طرف سے مزید

سوال:۔ کیا آپ یاد کریں گے کہ ۵ تاریخ کی صبح کو وزیر اعلیٰ نے آپ کو اور انسپکٹر جنرل پولیس کو بلا بھیجا کیونکہ وہ آپ سے صورت حال کے متعلق جاننا چاہتے تھے اور فوج اور پولیس میں تعاون کے مسئلہ پر تشویش میں نظر آتے تھے؟ جواب:۔ جی ہاں۔ سوال:۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ اس ملاقات میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ زیادہ فوج استعمال کی جائے اور امن و قانون اور نظم و ضبط بحال کرنے کے لئے پولیس زیادہ طاقت استعمال کرے؟ جواب:۔ ان کی گفتگو کا رجحان یہی تھا۔

عدالت کی طرف سے

سوال:۔ کیا فائرنگ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ کن حالات میں ہونی چاہیئے۔ جواب:۔ میرا خیال ہے نہیں۔

وکیل کی طرف سے مزید

سوال:۔ کیا آپ کو یاد ہوگا کہ اس ملاقات میں فوج کے بعض افسروں اور بعض شہری حکام سے کہا گیا تھا کہ فوج اور پولیس کے مابین مناسب رابطہ قائم کرنے کا منصوبہ بنائیں؟ جواب جی ہاں۔ سوال:۔ کیا گورنمنٹ ہاؤس کی کانفرنس میں وزیر اعلیٰ نے یہی بات کہی تھی؟ جواب:۔ اس اجلاس کے فیصلوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا گیا ہے اور ان کی سائیکلوسٹائل نقلیں تیار کی گئیں۔ اس وقت یہ بتانا بہت دشوار ہے کہ ہر شخص نے ٹھیک ٹھیک کیا کہا تھا۔ اجلاس کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ لاقانونیت پھیل رہی ہے اس لئے اسے طاقت کے زیادہ استعمال سے دبایا جائے عزت مآب گورنر نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا تھا کہ طاقت کو زیادہ اور موثر طریق پر استعمال کیا جائے۔ انہوں احمد آباد کے بلوؤں کی مثال دی تھی اور کہا تھا کہ شروع میں زیادہ بلوائی مارے جائیں تو بلوے ابتداء میں ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ سوال:۔ کیا وزیر اعلیٰ نے بھی عزت مآب گورنر ہی کی سی رائے کا اظہار کیا تھا؟ مجھے یاد نہیں لیکن گورنر کی بات فیصلوں کی بنیاد بنی تھی۔ سوال:۔ دسویں ڈویژن کے آفیسر کمانڈنگ کا کہنا ہے کہ ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح سے ایک پورا ڈویژن شہری حکام کی اعانت کے لئے موجود تھا لیکن شہری حکام نے اس سے کام ہی نہیں لیا۔ کیا یہ بات درست ہے؟ جواب:۔ جی او سی نے شہری حکام کو ہمیشہ پورے تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ شہری حکام نے پیش کش کو مسترد کر دیا۔ سوال:۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ تک فوج نے ایک مرتبہ بھی گولی نہیں چلائی؟ جواب:۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کرنل علیم نے انسپکٹر جنرل پولیس سے صرف ایک واقعہ کا ذکر کیا تھا۔ یہ واقعہ میں اگلے روز بیان کر چکا ہوں۔ سوال:۔ کیا فسادات کے ایام میں شہری حکام اور فوج میں مناسب ہم آہنگی تھی؟ جواب:۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ کسی موقع پر صورت حالات کیا تھی۔ لیکن یہ شکایات پہنچی تھیں کہ فوج موثر کارروائی نہیں کر رہی۔

عدالت کی طرف سے

سوال:۔ یہ شکایت کس نے کی تھی؟ جواب:۔ میرا خیال ہے آئی۔ جی نے مجھ سے یہ شکایت کی تھی انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ان کے علم میں ایک ایسا واقعہ آیا ہے جس میں فوج کے ایک افسر کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ تک فوج نے اپنی موجودگی مؤثر طور پر محسوس نہیں کرائی۔

عدالت کی طرف سے

سوال:۔ فوج یہ کیونکر محسوس کرا سکتی تھی؟ جواب:۔ ایجی ٹیشن کو دبانے اور اس کا گلا گھونٹنے سے، امن و قانون اور نظم و ضبط بحال کرنے سے اور حکام کی مدد کرنے سے۔ سوال کیا گشت کے دوران میں وہ مسلسل مجسٹریٹوں کے ساتھ رہی ہے؟ جواب:۔ اصل تفصیل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہم پہنچا سکتے ہیں لیکن وہ گشت کرتے رہے۔ اور بعض حالتوں میں وہ مجسٹریٹوں کے ہمراہ بھی رہے۔

وکیل کی طرف سے

سوال:۔ آپ نے مارچ کے مسودہ کے متعلق ہمیں بتایا ہے اور کہا ہے کہ عزت مآب گورنر چاہتے تھے کہ اس مسودہ کو ٹیلیفون پر خلیفہ شجاع الدین کو سنا دیا جائے تاکہ اسے جلد اشاعت میں لایا جا سکے کیا آپ یاد کر کے بتائیں گے کہ جب یہ مسودہ تیار کیا گیا تو عزت مآب گورنر نے اس بیان کو جاری کرنے کے متعلق کسی طرح کا رسے ناپسندگی یا نارضامندی کا اظہار کیا تھا؟ جواب:۔ جہاں تک مجھے علم ہے نہیں سوال:۔ ۶ مارچ کے بیان کا مسودہ کس وقت تیار ہوا؟

جواب میں صحیح وقت کے متعلق تو کچھ نہیں بتا سکتا۔ غالباً دن کے ۱۲ بجے یا اس سے جاری کیا گیا۔ سوال آپ نے کس وقت مسودہ تیار کرنا شروع کیا؟ جواب۔ اس سے کوئی بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ پیشتر۔ سوال کیا گورنر نے یہ مسودہ منظور کیا؟ جواب:۔ مجھے علم نہیں۔ سوال:۔ جب مسودہ پر تبادلۂ خیالات کیا گیا تو کیا عزت مآب گورنر موجود تھے؟ جواب مجھے اس بات کا علم نہیں کہ وزیر اعلیٰ نے اس مسودہ پر کسی سے تبادلۂ خیالات کیا تھا یا نہیں۔ لیکن جب انہوں نے مجھے مسودہ کے لئے نکات دیئے تو اس وقت عزت مآب گورنر موجود تھے۔

سوال۔ عدالت سے۔ کیا گورنر نے اس پر وزیر اعلیٰ کی ترمیمات کو منظور کیا۔ جواب۔ جب وزیر اعلیٰ نے پہلی ترمیم کی تو وہ موجود تھے لیکن جب انہوں نے دوسری ترمیم کی۔ تو اس کے متعلق میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

وکیل سے

سوال۔ کیا ۳ مارچ کو دن کے ساڑھے ۱۲ بجے وزیر اعلیٰ کے دفتر میں کوئی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں کابینہ کے تمام ارکان چیف سیکرٹری ہوم سیکرٹری آئی جی پولیس۔ ڈی۔ آئی جی (سی۔ آئی۔ ڈی) کے اسسٹنٹ ایس۔ پی۔ ڈی آئی جی لاہور رینج اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے شرکت کی؟ جواب:۔ یہ اجلاس ۳ مارچ کو نہیں بلکہ ۴ مارچ کو ساڑھے ۱۲ بجے منعقد ہوا تھا۔ (باقی)